ایم۔خالد فیاض
شعبہ اُردو ،یونیورسٹی کالج فار بوائز ، گجرات

ڈاکٹر خلیق انجم کا تدوینی طریقۂ کار

(''خطوطِ غالب'' کے حوالے سے)

M Khalid Fayyaz

Urdu Department, University College for Boys, Gujrat.

Dr Khaliq Anjum's Methodology of Textual Criticism

Textual criticism is a very special branch of literary research in modern era that is concerned with the removal of transcription errors in the texts of manuscripts. Through this we can transfer the literary text most closely approximating the original to the next generations. In history of Urdu literature, so many times, letters of Ghalib were compiled and edited by researchers and critics. Later, Dr Khaliq Anjum compiled the letters of Ghalib using modern techniques of textual criticism with the title "Ghalib kay Khatoot" in five volumes. The article analyses the methodology of textual criticism used by Dr Khaliq Anjum in the said work.

زندہ اور مہذب قومیں نہ صرف یہ کہ اپنے بلکہ دوسروں کے بھی علمی اور ادبی سرمایے کو محفوظ رکھنے کے سو سو جتن کرتی ہیں۔ کیوں کہ وہ جانتی ہیں کہ یہ سرمایہ ہی ماضی کے افراد اور اقوام کے افکار و خیالات اور تہذیب و اخلاق سے آگاہ ہونے کا واحد ذریعہ ہے اور اسی سرمایے کے ردّ و قبول اور اضافہ پر ہی مستقبل کے معاشروں کی تشکیل و ارتقا کا انحصار ہے۔

علمی و ادبی سرمایے کو محفوظ رکھنے کا مطلب اس کو اپنی اصل اور صحیح شکل میں محفوظ رکھنا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ علمی و ادبی سرمائے کا بیشتر حصہ ''متن'' کی صورت میں ہوتا ہے لہٰذا اس متن کا صحیح اور اصل شکل میں ہونا ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے علما اور محققین جس عمل سے کام لیتے ہیں اُسے تصحیحِ متن یا تدوینِ متن کہا جاتا ہے اور یہ عمل اِس لیے ضروری ہے کہ ''جب تک قدیم متنوں کو اصول تدوین کی مکمل پابندی کے ساتھ مرتب نہیں کیا جائے گا اس وقت تک نہ تو تحقیق کی بہت سی گتھیاں سلجھیں گی اور نہ زبان و ادب کے ارتقا کا بالکل صحیح سلسلہ سامنے آ سکے گا''۔(۱)

اس میں شک نہیں کہ انسانی علم میں اضافہ تحقیق کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔ جس قدر تحقیق کا معیار بلند ہو گا اسی قدر انسانی علم میں اضافہ ہو گا۔ لیکن علمی و ادبی تحقیق کی بنیاد جن متون پر ہوتی ہے وہ اگر اپنی اصل شکل میں موجود نہ ہوں تو لامحالہ غلط تحقیقی نتائج برآمد ہوں گے جو انسانِ فکر کو گمراہ کرنے کا باعث ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ تدوین کا عمل نہ

صرف تحقیق بلکہ انسانی فکر کو بھی راہ راست پر رکھنے کا بنیادی اور پہلا ضروری قدم ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اب دنیائے علم وادب میں تدوین کی اہمیت اور قدر و قیمت کا احساس بڑی شدت سے پیدا ہوا ہے اور شاید اسی لیے ہمارے ایک معروف محقق ڈاکٹر گوہر نوشاہی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ : ''تمام تحقیقی اعمال میں میرے نزدیک تصحیح متن اور تدوین متن کا عمل سب سے عظیم الشان، اہم اور قابل قدر ہے''۔(۲)

بلا شعبہ تدوین یعنی متن کی ترتیب و تصحیح، تحقیق کا ایک اہم شعبہ ہے اس کا مقصد مصنف کی ممکن حد تک اصل تحریر کو دریافت کر کے علمی اصولوں کے مطابق اسے مرتب کرنا ہے۔اس حوالے سے تدوین اصل متن کی بازیافت کا نام ہے۔ رشید حسن خان کے بقول ''متن کو منشائے مصنف کے مطابق یا اس سے قریب ترین صورت میں پیش کرنا مقصود تدوین ہے''۔(۳) یعنی تدوین میں مصنف کی تحریر کا صحیح اور مستند نسخہ تیار کیا جاتا ہے اور اس تحریر کی صحت کے لیے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ مصنف کی تحریر کا صحیح اور مستند نسخہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت ڈاکٹر خلیق انجم ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> متنی تنقید کا اصل مقصد حتی الامکان متن کو اصل روپ میں دوبارہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اصل روپ سے مراد ہو روپ ہے جو متن کا مصنف اپنی تحریر کو دینا چاہتا تھا۔ یعنی اگر متنی نقاد کو مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ملا ہے تو اسے متنی نقاد من وعن ہی شائع نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ ممکن ہے مصنف سے کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہوں یا کچھ الفاظ دوبارہ لکھ دیئے گئے ہوں یا اس قسم کی کوئی اور غلطی ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں متنی نقاد کا فرض ہے کہ متن کو ان غلطیوں سے پاک کرے۔(۴)

یعنی کسی مخطوطے کو مرتب کرنے کا مقصد مصنف کے اصل خیالات، افکار، انداز تحریر اور زبان تک پہنچنا ہے یہ ہی ایک صحیح نسخہ تیار کرنے کا مقصد ہے۔ اس حوالے سے دیکھیں تو ایس۔ ایم۔ کاترے کا یہ کہنا بجا ہے کہ ''متنی تنقید کا کام، مخطوطات کی داخلی کیفیات کی شہادت پر مصنف کے متن تک پہنچنے کی کوشش ہے''۔(۵)

اردو میں تدوین کے یوں تو بہت سے معیاری اور غیر معیاری کام منظر عام پر آ چکے ہیں لیکن اگر یہ کہا جائے کہ فوری طور پر چند انتہائی اہم اور معیاری تدوینی کاموں کے نام لیجیے تو جہاں ہم امتیاز علی خاں عرشی کا مرتبہ ''دیوان غالب''، رشید حسن خان کی مرتبہ ''باغ و بہار''، مشفق خواجہ کا ''کلیات یگانہ''، تنویر احمد علوی کا ''کلیات ذوق''، مالک رام کی مرتبہ ''غبار خاطر'' اور ڈاکٹر جمیل جالبی کی مرتبہ ''مثنوی کرم راؤ پدم راؤ'' جیسے تدوینی کاموں کا نام لینا نہ بھولیں گے وہاں ڈاکٹر خلیق انجم کے مرتبہ ''غالبؔ کے خطوط'' بھی نظر انداز نہ ہوں گے۔

غالب کے خطوط کی ترتیب و تدوین یقیناً ایک بہت بڑا اور صبر آزما کام تھا جس سے خلیق انجم بلا شبہ نہایت خوبی سے عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے محض خطوط کی تدوین کا مرحلہ ہی نہیں تھا بلکہ ممکنہ حد تک غالب کے تمام دستیاب خطوط کو یکجا کرنے اہم مقصد بھی تھا۔ اس سے پہلے اتنی تعداد میں غالب کے خطوط مرتب نہیں کیے گئے تھے۔ خلیق انجم نے ''عود ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کے علاوہ دیگر محققین کے مرتب کردہ خطوط اور بہت سے غیر مدون خطوط کو بھی دریافت کر کے اس مجموعہ میں شامل کیا ہے جس کے بعد ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ خلیق انجم کا مرتب کردہ یہ مجموعہ جو بقول خلیق انجم ۸۸۶ خطوط پر مشتمل ہے، غالب کے تمام دستیاب خطوط کا احاطہ کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ غالب کے خطوط کا ایسا جامع نسخہ اس سے پہلے مرتب نہیں ہوا۔ اس کے

ساتھ ساتھ غالب کے خطوط کے تمام دستیاب عکس بھی ان مجموعوں میں شامل کیے گئے ہیں جواب قرینے سے محفوظ ہو گئے ہیں۔

''عود ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کے بعد مختلف محققین مختلف اوقات میں مختلف حوالوں سے غالب کے خطوط مرتب کر کے شائع کرتے رہے مثلاً مرزا محمد عسکری نے غالب کے ایسے خطوط جن میں ادب کے نکات بیان ہوئے ہیں یا اشعار کے معنی سمجھائے گئے ہیں یا مختلف شعراء کے متعلق رائے زنی کی گئی ہے' کا انتخاب ''ادبی خطوط غالبؔ'' کے عنوان سے مرتب کیا۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے غالب کے اُن ۱۱۷ خطوط کو مرتب کیا جو نوابانِ رام پور کے نام لکھے گئے تھے۔ اگر چہ یہ صرف ۱۱۷ خطوط کا مجموعہ تھا مگر اس میں پہلی بار تدوین کے اصولوں کو سائنٹی فک انداز میں برتا گیا ہے اور خلیق انجم کے مرتب کردہ مذکورہ خطوط کے علاوہ کوئی دوسری مثال اس انداز کی پیش نہیں کی جا سکتی اسی لیے خلیق انجم بھی' مولانا امتیاز علی خاں عرشی کے مجموعہ ''مکاتیب غالبؔ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> مولانا عرشی نے ان خطوط کا تنقیدی اڈیشن انتہائی سائنٹی فک انداز میں اور غیر معمولی احتیاط سے تیار کیا ہے۔ پورے متن میں مشکل ہی سے کوئی غلطی نکلے گی۔ خطوط پر بڑی محنت اور عالمانہ انداز سے حواشی لکھے گئے ہیں۔ کسی بھی خط میں شاید ہی کوئی ایسا واقعہ ہو' جو تشریح طلب ہو اور عرشی صاحب نے اس پر حاشیہ نہ لکھا ہو۔(۶)

غالب کے تمام خطوط یکجا کر کے ان کا تنقیدی اڈیشن تیار کرنے کا خیال پہلی بار مولوی مہیش پرشاد کو آیا تھا۔ انہوں نے ''عود ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کے علاوہ وہ خطوط بھی یکجا کیے جو ان مجموعوں میں شامل نہیں تھے اور ابھی تک طبع نہیں ہوئے تھے۔ یہ تمام خطوط دو جلدوں میں شائع کرنے کا پروگرام تھا لیکن پہلی جلد شائع ہونے کے بعد مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے دوسری جلد کا کام التواء میں پڑ گیا۔ اس میں پہلی بار غالبؔ کے خطوط کو تاریخ وار ترتیب دینے کا اہتمام بھی کیا گیا لیکن تدوین کے اصولوں کی پوری طرح پابندی نہ کرنے اور متن کی صحت کا سائنٹی فک بنیادوں پر خیال نہ رکھنے کی وجہ سے یہ کام اپنے معیار کو قائم نہ رکھ سکا۔ اس مجموعے کے مطالعے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے اس کو مرتب کرتے ہوئے سوچے سمجھے تدوینی اصولوں کی پیروی نہیں کی بلکہ جہاں جو مناسب سمجھا وہاں ویسے ہی کر لیا۔

آفاق حسین آفاق نے بھی غالب کے خطوط کا ایک مجموعہ ''نادرات غالبؔ'' کے عنوان سے مرتب کیا تھا۔ آفاقؔ نے چونکہ عرشی کے نسخہ ''مکاتیبِ غالب'' کو اپنا نمونہ بنایا اس لیے اس مجموعہ میں جو ۷۴ خطوط پر مشتمل تھا' تدوین کے اصولوں کی پیروی ملتی ہے۔

غالبؔ کے تمام خطوط کو یکجا کر کے شائع کرنے کی ایک کوشش مولانا غلام رسول مہرؔ نے بھی ''خطوط غالبؔ'' کے عنوان سے کی۔ لیکن اس مجموعہ میں تحقیق و تدوین کی اس قدر غلطیاں ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ اسے غلام رسول مہرؔ جیسے محقق اور عالم نے ہی مرتب کیا ہے۔ بے شک انہوں نے اس ضمن میں بہت لاپروائی اور غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔

خلیق انجم نے ہمارے پیش نظر مجموعہ ''غالب کے خطوط'' سے قبل بھی غالبؔ کے خطوط کا ایک مجموعہ ''غالبؔ کی نادر تحریریں'' کے عنوان سے مرتب کیا تھا۔ اس میں صرف وہ خطوط شامل کیے گئے جو ''عود ہندی'' اور ''اردو معلیٰ'' میں شائع ہونے سے رہ گئے تھے۔ لیکن اس مجموعہ میں عملِ تدوین کی کیا شکل تھی؟ اس کے لیے خود خلیق انجم کی رائے سننے کے قابل ہے۔ یہ رائے اس بات کی بھی مثال ہے کہ ایک بڑا محقق اپنے کام کو بھی تنقیدی نگاہ سے دیکھنے کا کس قدر حوصلہ رکھتا ہے اور وہ ہی محقق بڑا ہوتا

ہے جس میں یہ صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ اپنے ہی مرتب کردہ کام کے بارے میں خلیق انجم لکھتے ہیں:

> اس مجموعے (غالب کی نادر تحریریں) میں متنی تنقید کے کسی بنیادی اصول کی پابندی نہیں کی گئی، متن کی ترتیب میں بہت لاپروائی سے کام لیا گیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ متن میں بے شمار غلطیاں راہ پا گئیں اور ایک اچھا کام نا تجربہ کاری کی نذر ہو گیا۔(۷)

یہ مجموعہ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا تھا۔ محقق کی اسی نظر اور بصیرت کا نتیجہ ہے کہ بعد میں جب انہوں نے دوبارہ ان خطوط پر کام شروع کیا (۱۹۷۲ء میں) تو وہ تدوین کے بنیادی اصولوں کے تحت اور نہایت سائنٹی فک انداز میں ''غالب کے خطوط'' چار جلدوں میں مرتب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ خلیق انجم نے ''غالبؔ کے خطوط'' میں کن کن اصولوں کو خاص طور پر پیش نظر رکھا' اس کا اندازہ ان نکات سے بھی ہوتا ہے جو خلیق انجم نے سید مرتضیٰ حسین فاضل کے مرتبہ ''عود ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کے مطالعے کے بعد تنقیدی سطح پر اخذ کیے۔ سید مرتضیٰ حسین فاضل نے غالب صدی ۱۹۶۹ء کے موقع پر ''عود ہندی'' اور اردوئے معلیٰ'' کو الگ الگ مرتب کر کے شائع کیا۔ خلیق انجم ان مجموعوں پر نکات کی صورت جو بنیادی رائے رقم کرتے ہیں وُہ دیکھیے' لکھتے ہیں:

> چونکہ وقت کم تھا اور ہر حال میں ایک محدود مدت میں کام پورا کرنا تھا' اس لیے جشن غالبؔ کے موقع پر چھپنے والی بعض کتابوں کا معیار غیر اطمینان بخش اور بعض کا بہت پست رہا۔ فاضلؔ صاحب کی مرتب کی ہوئی 'عود ہندی' اور 'اردوئے معلیٰ'، کا شمار بھی انہیں کتابوں میں ہے......ان دونوں کتابوں کے بہ غور مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عجلت کی وجہ سے انہوں نے (i) پہلے سے اپنے کام کا خاکہ نہیں بنایا۔ (ii) تنقیدی اڈیشن تیار کرنے کے لیے باقاعدہ اصول نہیں بنائے۔(iii) متن کی املا پہلے سے طے نہیں کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک ہی لفظ کی املا دو دو طرح ملتی ہے۔(iv) متن کی ترتیب میں خاصی غیر ذمہ داری سے کام لیا اور (v) اشاریے دوسرے لوگوں سے بنوائے۔(۸)

یعنی خلیق انجم کے نزدیک عمل تدوین سے پہلے کام کا خاکہ بنانا انتہائی ضروری ہے' اس کے لیے باقاعدہ اور بنیادی اصولوں کا تعین کرنا ضروری ہے اور ان اصولوں میں سے ایک اصول املا کے تعین کا بھی ہے۔ املا کا ایک اصول بنایا جائے اور پورے متن میں اس کی پیروی کی جائے اور متن کے اشاریے دوسروں سے نہیں' خود بنانے چاہئیں اور ان سب کے لیے عجلت سے نہیں بڑے صبر و تحمل سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ رشید حسن خان کا بھی کہنا ہے کہ ''تحقیق بے حد صبر آزما کام ہے' عجلت اور خفیف الحرکاتی اس کو راس نہیں آتی''۔(۹) خلیق انجم کے مرتبہ ''غالبؔ کے خطوط'' کی چاروں جلدوں میں ان اصولوں کی پیروی کے ساتھ ساتھ صبر و تحمل کا عمل دخل صاف دیکھا جا سکتا ہے اور شاید اسی لیے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچنے میں ۱۷ برس کا عرصہ صرف ہو گیا۔

اگر ہم خلیق انجم کے ''غالب کے خطوط'' کی جلد اول میں شامل تفصیلی مقدمہ کو بہ غور دیکھیں تو اس منصوبے کی کامیابی کا جو سب سے اہم سراغ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے اس کام کے آغاز سے پہلے غالبؔ کے خطوط کے مجموعے ''عود ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کے نہ صرف پہلے اڈیشنز اور ان کے بے تحاشا شائع ہونے والے ری پرنٹس کا گہرا مطالعہ کیا بلکہ مختلف ادوار میں مرتب کردہ مختلف محققین کے مجموعوں کا بھی بغائر مطالعہ کیا؛ ان کی خوبیوں اور خامیوں پر گہری نگاہ کی حتیٰ کہ اس سلسلے میں اپنی

مرتبہ ''غالب کی نادر تحریریں'' سے بھی صرف نظر نہ کیا اور پھر اپنے اس منصوبے کا تفصیلی خاکہ مرتب کیا اور ان تدوینی اصولوں کا تعین کیا جن کے تحت آگے چل کر انہوں نے غالب کے خطوط مرتب کیے۔ غرض یہ کہ انہوں نے اس کام سے پہلے اپنے پیش روؤں کے کاموں کی خوبیوں اور خامیوں کا نہ صرف ادراک کیا بلکہ ان سے بہت کچھ سیکھا بھی اور پھر ایک بہترین کام منظر عام پر لائے۔ یہ بات بذات خود بہت اہمیت کی حامل ہے اور تدوین کا کام کرنے والوں کے لیے راہنما اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ غالبؔ کے خطوط'' کی چوتھی جلد میں خلیق انجم لکھتے ہیں:

> 'غالب کے خطوط' کی ترتیب کا کام ۱۹۷۲ء میں شروع کیا گیا تھا اور یہ کام اب ۱۹۹۱ء میں ختم ہو رہا ہے۔ گویا یہ کام ۱۷ سال کی مدت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ سترہ برس کی اس طویل مدت کا فائدہ یہ ہوا کہ اب غالب کا شاید ہی کوئی ایسا اردو خط ہو جو اس مجموعے میں شامل نہ ہوا ہو...... (مختلف مجموعوں) کے علاوہ مختلف رسالوں میں جو خطوط بکھرے ہوئے تھے انہیں بھی اس مجموعے میں شامل کر لیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے غالب کے خطوط کا یہ پہلا مجموعہ ہے جس میں تمام دستیاب خطوط ترتیب دے کر یک جا کر دیے گئے ہیں اور اس اعتبار سے بھی خطوط غالب کا یہ پہلا مجموعہ ہے کہ جس میں غالبؔ کے اردو خطوط کے تمام دستیاب عکس شامل ہیں۔ (۱۰)

صاف ظاہر ہے کہ خلیق انجم نے کس قدر محنت اور وقت صرف کر کے اس کام کو انجام دیا ہے۔ غالب کے خطوط کی تلاش اور دریافت کا کام مسلسل جاری رہا' یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۸۴ء میں ''غالبؔ کے خطوط'' کی پہلی جلد منظر عام پر آئی تو اس میں غالبؔ کے اردو خطوط کی مجموعی تعداد خلیق انجم نے ۸۷۳ بتائی اور اُن کی تفصیل درج کی لیکن ۱۹۹۱ء میں جب چوتھی جلد شائع ہوئی تو خلیق انجم نے مجموعی خطوط کی تفصیل دوبارہ دی اور اب غالبؔ کے خطوط کی تعداد ۸۸۶ بتائی اور نئے سرے سے تفصیل درج کی اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ''غالبؔ کے خطوط کی پہلی جلد میں صفحہ ۹۳ تا ۹۷ پر غالبؔ کے تمام خطوط کی جو فہرست دی گئی تھی اسے کالعدم سمجھا جائے۔ اس لیے کہ اس چوتھی جلد میں اب غالب کے خطوط کی نئی فہرست دی جا رہی ہے''۔ (۱۱)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خلیق انجم نے غالبؔ کے خطوط کی تلاش آخری جلد کے شائع ہونے تک جاری رکھی تا کہ ممکنہ حد تک غالب کے تمام خطوط یکجا کر لیے جائیں۔ اسی کوشش کا نتیجہ تھا کہ اس مجموعہ میں غالبؔ کے کچھ نو دریافت خطوط بھی شامل ہو گئے جو اس سے پہلے دیگر ماہرین غالبؔ کے علم میں نہ آ سکے۔ اس سلسلے میں خلیق انجم کا کہنا ہے کہ:

> میری تمنا تھی کہ اگر میں اپنے مرتبہ مجموعے میں غالبؔ کے کچھ نو دریافت خطوط شامل کر سکوں تو اس سے میرے کام کی وقعت میں اضافہ ہو سکے گا۔ میری یہ تمنا اور جستجو اس طرح پوری ہوئی کہ مجھے مولوی مہیش پرشاد مرحوم کے ان کاغذات میں (جو انجمن ترقی اردو (ہند) کی ملکیت ہیں) عبدالرحمٰن تحسین کے نام غالبؔ کے نو خطوط کی نقلیں مل گئیں۔ یہ تمام خطوط پانی پت کے غیر معروف رسالے سہ ماہی 'حیات نو' میں شائع ہوئے تھے ...... ماہرین غالبؔ کو ان خطوط سے متعلق کوئی آگاہی نہیں تھی۔ مولانا غلام رسول مہر نے ''خطوط غالب'' میں اور سید مرتضیٰ حسین فاضل نے ''اردوئے معلیٰ'' میں ایسے تمام خطوط شامل کیے ہیں جو مختلف رسالوں میں شامل ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات کو بھی ان خطوط کا علم نہیں تھا۔ خود میں نے سترہ سال تک 'خطوط غالب' کی تلاش میں ایسے رسالے کھنگالے ہیں' لیکن مجھے ان کا علم نہیں تھا۔ (۱۲)

یہ ہی وجہ ہے کہ ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ خلیق انجم کی ''غالبؔ کے خطوط'' کی یہ چار جلدیں غالب کے کم و بیش تمام خطوط کا احاطہ کرتی ہیں۔

خلیق انجم ہمارے ان متنی نقادوں میں سے ہیں جن کا متن کی تصحیح کا تصور یہ ہے کہ متنی نقاد کو متن کی تصحیح کرتے وقت یہ ذہن میں رکھنا ہوتا ہے کہ ''وہ اس تحریر کی بازیافت کر رہا ہے جو مصنف کے ذہن میں تھا اور جو وہ لکھنا چاہتا تھا' اس تحریر کی نہیں جو مصنف کے قلم سے نکلی یا شائع ہوئی کیوں کہ مصنف کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے مسودے میں بھی غلطیاں رہ جاتی ہیں''۔(۱۳) اس لیے خلیق انجم نے غالبؔ کے خطوط کی تدوین میں جہاں جہاں یہ سمجھا کہ قرأت' غالبؔ کی منشا کے خلاف ہے تو وہاں انہوں نے قیاسی تصحیح سے کام لیا لیکن ساتھ ساتھ حاشیہ میں اس کا تفصیلی ذکر کرنا ضروری اور لازم خیال کیا ہے۔ حواشی پر جس قدر محنت سے کام یہاں نظر آتا ہے وہ خلیق انجم کا ہی خاصہ ہے۔ حاشیہ نگاری کے متعلق ڈاکٹر تنویر احمد علوی کا خیال ہے کہ:

> یہ عمل ترتیب متن کا ایک نہایت اہم اور لازمی جزو ہوتا ہے جس کے وسیلے سے نہ صرف یہ کہ متن کے مختلف مآخذ اور اختلافی قرأتوں کی نشان دہی کی جاتی ہے بلکہ متن کے مقتضیات اور معلومہ حقائق کی روشنی میں توضیحی روایتوں اور تصدیقی براہین کو بھی تقابلی مطالعہ کے ساتھ' حسب ضرورت اس میں شامل کیا جاتا ہے۔ ایسے حوالہ جات یا تحقیقی و تنقیدی حواشی کے بغیر متن کی تصحیح اور ترتیب کا کام درجۂ استناد سے محروم رہتا ہے۔(۱۴)

خلیق انجم کے ترتیب دیے گئے اس متن (غالبؔ کے خطوط) کے حوالے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلاشبہ اس میں حواشی' متن کو درجہ استناد عطا کرنے میں حد درجہ معاون ہیں۔ یہ حواشی بے حد تفصیل اور محنت سے بنائے گئے ہیں۔ خلیق انجم نے صرف ایک ایک خط کے تفصیلی حواشی ہی نہیں لکھے بلکہ ''متن ماخذ'' کے تحت ہر خط کے بارے میں وضاحت بھی پیش کی ہے کہ خط کا بنیادی متن کہاں سے لیا گیا ہے اور کس متن سے اس کا موازنہ کر کے اختلافاتِ نسخ بیان کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں غالبؔ کے خطوط میں جن لوگوں' کتابوں' اخباروں اور مختلف مقاموں کا ذکر آیا ہے ان پر ''جہان غالب'' کے عنوان سے حواشی لکھے گئے ہیں جنہیں ''غالب کے خطوط'' کی چوتھی جلد میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ الگ بات کہ ضخامت بڑھ جانے کی وجہ سے ''جہان غالبؔ'' کو ''غالبؔ کے خطوط'' کی صرف پہلی جلد کے حواشی تک محدود کرنا پڑا۔ بقول خلیق انجم:

> مشکل یہ ہے کہ 'جہان غالب' کا حجم اتنا ہو گیا ہے کہ خود اس کے لیے دو جلدیں درکار ہیں 'خطوط غالبؔ' کی پہلے ہی چار جلدیں ہو چکی ہیں۔ اس مجموعے (چوتھی جلد) کے ساتھ اب اس مواد کو شائع کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ لہٰذا اب صرف پہلی جلد کے حواشی شائع کیے جا رہے ہیں۔(۱۵)

ضخامت کے باعث ہی گمان ہے کہ کچھ اور حواشی بھی چوتھی جلد میں شامل نہ ہو سکے کیوں کہ پہلی جلد میں خلیق انجم نے یہ بھی لکھا تھا کہ ''غالبؔ کے خطوط'' میں جتنے بھی فارسی اور اردو اشعار یا مصرعے نقل ہوئے ہیں' ان کا اشاریہ' اشعار کا اشاریہ' کے عنوان سے ترتیب دیا گیا ہے''۔(۱۶) لیکن یہ ''اشاریہ'' ہمیں کسی جلد میں نظر نہیں آیا۔ اسی طرح دوسری جلد کے ''حرفِ آغاز'' میں خلیق انجم نے لکھا کہ:

> ان دوستوں کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں' جنہوں نے پہلی جلد کی بعض کوتاہیوں کی تشہیر کر کے شہرت اور مقبولیت حاصل کرنے کی بجائے' براہ راست خطوط لکھ کر ان کوتاہیوں کی طرف توجہ

مبذول کرائی۔ چوتھی جلد میں استدراک کے عنوان کے تحت ان حضرات ہی کے حوالے سے تسامحات کی نشان دہی کی جائے گی۔(۱۷)

لیکن ''استدراک'' کے عنوان سے بھی ایسا کوئی کام ہمیں چوتھی جلد میں نظر نہیں آتا۔گمان یہ ہی ہے کہ ایسے حواشی ضخامت کی وجہ سے ان جلدوں میں اپنی جگہ نہیں بنا سکے اور ممکن ہے ان سب پر مشتمل مزید کچھ جلدیں جلد ہی منظر عام پر آئیں۔

بہر حال آخری جلد میں چاروں جلدوں کے متن کا اشاریہ جو کسی کتاب یا کتب میں مذکورہ مضامین، اشخاص، مقامات یا ناموں وغیرہ کی مفصل الفبائی یا ابجدی فہرست مع حوالہ صفحات جہاں انہیں استعمال کیا گیا ہو'۔(۱۸) ہوتا ہے، خلیق انجم نے بڑے اہتمام سے ترتیب دیا ہے جسے اس کام کا ''حصہ ضروریہ'' کہا جائے تو بہتر ہوگا۔انہوں نے اسے اشخاص، کتابیں، اخبار اور رسائل اور ملکوں شہروں عمارتوں اور محلوں وغیرہ کے ناموں کے اشاریہ سے الگ الگ تقسیم کر دیا ہے جس سے محققین کے لیے آسانی پیدا ہوئی ہے۔

تنویر احمد علوی کے بقول ''تعین متن میں کس نسخہ کو زیادہ معتبر اور مرجع سمجھا جائے یہ ایک مرتب کے لیے بنیادی مسئلہ ہے''۔(۱۹) یعنی ایک مرتب کس نسخہ کو بنیادی نسخہ قرار دے، یہ کسی بھی متن کو ترتیب دینے کا پہلا اور ضروری قدم ہے بلکہ مرتب اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلے میں تصریح سے کام لے اور بتائے کہ اس نے کس نسخہ کو اور کیوں بنیادی تسلیم کیا ہے اور اس کے لیے ''سب سے پہلے ان سارے نسخوں کو دیکھا اور جمع کیا جاتا ہے جو موجود و معلوم ہوں''۔(۲۰) خلیق انجم نے بھی اس سلسلے میں نہ صرف یہ کہ تمام نسخوں کو دیکھا ہے بلکہ بنیادی نسخے کی وضاحت بھی کی ہے۔خطوط غالبؔ کا متن تیار کرنے میں ایک دشواری یہ تھی کہ یہ متن دو حصوں میں دستیاب ہے یعنی ایک متن وہ جو غالبؔ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے دوسرے لفظوں میں غالبؔ کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے خطوط کا متن، دوسرا متن وہ ہے جو ''اردوئے معلیٰ'' اور ''عود ہندی'' کی صورت شائع ہوا ہے۔لہٰذا یہاں صورت حاصل ذرا پیچیدہ تھی اور خلیق انجم نے اس کا حل کیسے کیا، ان کے لفظوں میں سنیے، لکھتے ہیں:

> زیر نظر تنقیدی اڈیشن میں غالبؔ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ان خطوط کو جن کے عکس مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ہیں یا جو اصل شکل میں مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں، بنیادی نسخے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔تنقیدی متن تیار کرتے ہوئے ان خطوط کا مطبوعہ خطوط سے موازنہ کر کے اختلافِ نسخ سے بے وجہ ضخامت بڑھانے کی کوشش نہیں کی گئی۔'اردوئے معلیٰ' اور 'عود ہندی' کے پہلے اڈیشنوں میں شائع ہونے والے خطوط کو بنیادی نسخے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔
>
> غالب کے جو خطوط ان دونوں مجموعوں میں مشترک ہیں، ان میں 'اردوئے معلیٰ' کے متن کو بنیادی نسخہ بنا کر 'عود ہندی' کے متن سے موازنہ کر کے اختلافات نسخ دیے گئے ہیں۔'اردوئے معلیٰ' کے متن کو اس لیے ترجیح دی گئی ہے کہ یہ مجموعہ دہلی میں شائع ہوا تھا اور 'عود ہندی' کے مقابلے میں اس مجموعے میں طباعت کی غلطیاں کم ہیں۔(۲۱)

ان کے علاوہ ''اردوئے معلیٰ'' کا وہ اڈیشن جو ۱۸۹۹ء میں مطبع نامی مجتبائی دہلی سے شائع ہوا اور جس کے دو حصے تھے، پہلا حصہ تو وہ ہی تھا جو ''اردوئے معلیٰ'' کے نام سے شائع ہوا تھا لیکن دوسرے حصے میں غالب کے وہ خطوط شامل تھے جن میں غالب نے ادبی مسائل پر بحث کی ہے اور جو ابھی تک شائع نہیں ہوئے تھے۔ان تمام خطوط کو بھی خلیق انجم نے بنیادی متن کے طور پر استعمال کیا ہے۔پھر سید غلام حسنین قدر بلگرامی اور شفق کے نام غالبؔ کے خطوط کی نقلوں پر مولوی مہیش پرشاد نے جو متن تیار کیا تھا، اس کو بھی بنیادی متن میں شامل کیا ہے۔غرض یہ کہ خلیق انجم نے اپنے تنقیدی اڈیشن کو بہترین بنیادی متون کی بنیاد پر تیار کیا ہے۔

کسی متن کو مرتب کرتے ہوئے ایک مسئلہ املا کا بھی درپیش ہوتا ہے۔ متن کو کس املا میں ترتیب دیا جائے؟ مصنف کی املا میں یا مرتب کی املا میں؟ اگرچہ اس میں محققین کی دو آرا ہیں۔ کچھ محققین کا کہنا یہ ہے کہ مصنف کی املا کو ترجیح دی جانی چاہیے لیکن بیشتر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متن کو جدید املا کے مطابق ترتیب دیا جانا درست رویہ ہے کیوں کہ ایک تو یہ بات ذہن میں رکھنے والی ہے کہ تدوین کا مقصد متن کی بازیافت ہے' املا کی بازیافت نہیں' دوسرا یہ کہ آج کا قاری پرانی املا سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے متن کی تفہیم سے بے بہرہ رہ سکتا ہے۔ خلیق انجم نے اپنی کتاب ''متنی تنقید'' میں اسی اصول کے حق میں رائے دی ہے اور جدید املا کی حمایت کی ہے لیکن ''جدید املا'' سے جو کچھ ہم مراد لے سکتے ہیں یعنی آج کے عہد کی املا' خلیق انجم اس سے یہ مراد نہیں لیتے۔ ان کا اس ضمن میں کہنا ہے کہ:

> ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ایک عہد ہی کے لوگوں کی املا عام طور سے ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے بلکہ ایک ہی آدمی کی املا مختلف زمانوں میں بدلتی رہتی ہے......ان مسائل کا واحد حل یہی ہے کہ ہم جس متن کا تنقیدی اڈیشن تیار کر رہے ہیں اس کی املا جدید رکھیں۔ یہاں جدید املا سے مراد وہ املا ہے جو متنی نقاد کی اپنی املا ہے کیوں کہ ماہرین املا نے اردو املا کی یہ حالت کر دی ہے کہ اردو کی کوئی املا معیاری نہیں رہی......(۲۲)

بات بڑی مناسب اور معقول ہے۔ مرتب کو جدید املا یعنی اپنی املا میں ہی متن کو ترتیب دینا ہوگا وگرنہ طرح طرح کے مسائل سر اٹھائیں گے لیکن یہ بھی ہے کہ مرتب حواشی میں یا الگ سے کسی مقدمہ میں مصنف کی املا کی خصوصیات پر تفصیلی روشنی ضرور ڈالے تا کہ وہ قاری جو مصنف اور مصنف کے عہد کی املا سے آگاہ ہونا چاہتے ہیں اور املا کی ارتقائی صورت کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ اس سب سے کما حقہٗ آگاہ ہو سکیں۔ اس بات سے بھی خلیق انجم اتفاق کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ:

> متنی نقاد کو متن تو اپنی املا میں مرتب کرنا چاہیے لیکن متن نقاد نے جس متن کو بنیادی نسخہ بنایا ہے یا جن مخطوطات سے اس نے تنقیدی اڈیشن تیار کرنے میں مدد لی ہے ان کی املا کی خصوصیات ایک علیحدہ باب میں بیان کر دینا چاہئیں۔(۲۳)

خلیق انجم نے ان ہی اصولوں کے تحت ''غالبؔ کے خطوط'' کی املا کا اہتمام کیا ہے۔ انہوں نے غالبؔ کے خطوط کا متن اس املا میں تیار کیا ہے جو ان کی املا ہے لیکن ''غالبؔ کی اردو املا کی خصوصیات'' کے عنوان سے ایک تفصیلی مقدمہ رقم کیا ہے جس کے مطالعہ سے ہم غالبؔ کی املا کی خصوصیات سے بہ خوبی واقف ہو جاتے ہیں۔ اس ''مقدمہ'' کے مطالعہ سے اس بات کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ خلیق انجم کی نظر غالبؔ اور غالبؔ کے عہد کی املا پر کس قدر گہری اور املا سے متعلق ان کا مطالعہ کتنا وسیع ہے۔ وہ غالبؔ کی املا کی جس طرح وضاحت کرتے ہیں اور جس طرح ساتھ ساتھ املا کے بعد کی صورتوں کا ذکر کرتے ہیں اس سے الفاظ کی املا کی ارتقائی صورت اور نقشہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

ایک بات دھیان میں اور بھی رکھنے والی ہے کہ جس لفظ کی جو املا کی جائے پورے متن میں وہ ہی املا برقرار رہنی چاہیئے' یہ نہیں کہ ایک جگہ یوں ''اس لیے'' لکھا جائے اور دوسری جگہ یوں ''اسلیے'' لکھ دیا جائے۔ اس طرح کی صورت میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ مرتب کی املا ہے۔ مرتب کو املا کا ایک معیار طے کرنا پڑتا ہے اور ایک سے اصول وضع کر کے پورے متن میں ان کی سختی سے پیروی کرنا ہوتی ہے۔ اگر ہم اس حوالے سے بھی دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ''غالب کے خطوط'' کی چاروں جلدوں میں ہمیں اس اصول کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ خلیق انجم کا برملا دعویٰ ہے کہ اگر بالفرض ایک لفظ کی املا دو طرح سے ملے

تو پھر اسے کاتب کا قصور سمجھا جائے کیوں کہ انہوں نے اس میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

> غالب کے خطوط کا متن میں نے اس املا میں تیار کیا ہے، جو میری املا ہے...... میری پوری کوشش رہی ہے کہ ایک لفظ کی میں نے جو املا کی ہے، پورے متن میں وہ ہی برقرار رہے، اگر کہیں ایک لفظ کی املا دو طرح سے ملے تو اس میں میرا نہیں کاتب کا قصور ہے۔(۲۴)

خطوط کی تدوین کرتے ہوئے مرتب کو ایک اور مسئلہ بھی درپیش ہوتا ہے اور وہ خطوط کی تاریخ وار ترتیب کا مسئلہ ہے۔ اس حوالے سے خطوط مرتب کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ ہر مکتوب الیہہ کے نام کے تمام خطوط یکجا کر کے تاریخ وار مرتب کر دیے جائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تمام خطوط بحیثیت مجموعی تاریخ وار ترتیب دیے جائیں۔ خلیق انجم نے غالبؔ کے خطوط پہلے طریقہ کے مطابق مرتب کیے ہیں۔ یعنی ہر مکتوب الیہہ کے نام کے تمام خطوط یکجا کر کے انہیں تاریخ وار مرتب کیا ہے۔ ایسا بھی تھا کہ کچھ خطوط کی تاریخ تحریر معلوم نہ ہو سکی تو ان کو بقول خلیق انجم:

> جن خطوں کی تاریخ تحریر کا تعین نہ ہو سکا، انہیں متعلقہ مکتوب الیہہ کے نام خطوط کے آخر میں ترتیب دیا گیا ہے۔ اگر کسی خط کی تاریخ کا اندازہ نہ ہو سکا لیکن سنہ کا اندازہ ہو گیا ہے تو اس سنہ کے خطوط کے آخر میں اس خط کو ترتیب دیا گیا ہے۔(۲۵)

ایسے خطوط کی تعداد کافی زیادہ تھی جن پر تاریخ تحریر نہیں ملتی۔ خلیق انجم نے ایسے خطوط کی تاریخوں کا تعین ان واقعات سے کرنے کی کوشش کی ہے جو ان میں بیان ہوئے ہیں اور حواشی میں مکمل دلائل بھی پیش کیے ہیں لیکن ایسے خطوط جن کی تاریخ کا تعین کسی بھی حوالے سے نہیں ہو سکا وہاں خلیق انجم نے اندازوں سے کام نہیں لیا بلکہ انہیں بغیر تاریخ کے ہی رہنے دیا ہے تا کہ کوئی غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان نہ رہے۔

خطوط کی تاریخ تحریر کے تعین کا مرحلہ تو بڑی حد تک اس طرح سلجھ گیا لیکن ہر مکتوب الیہہ کے حوالے سے تاریخ وار ترتیب سے مسئلہ کچھ الجھ گیا۔ ایک تو یہ کہ خلیق انجم نے چاروں جلدوں میں مکتوب الیہم کی ترتیب کا کیا قاعدہ بنایا ہے، اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ اس طریقہ کار سے یہ مشکل پیدا ہو جاتی ہے کہ ہمیں یہ علم نہیں ہو پاتا کہ مکتوب نگار نے کسی خاص تاریخ کو کس کس کو خط لکھے اور کسی خاص واقعے کے بارے میں کس کس کو کیا کیا لکھا۔ پھر یہ کہ اگر ہم خطوط کے حوالے سے مکتوب نگار کی وقتاً فوقتاً بدلتی یا بنتی ہوئی ذہنی کیفیات یا احساسات کا اندازہ لگانا چاہیں تو بھی یہ ممکن نہیں ہوتا۔ اور جب معاملہ غالبؔ جیسے نابغہ کا ہو تو یہ معاملہ اور بھی اہم ہو جاتا ہے۔

پہلی الجھن یا سوال کا جواب تو ہمیں کہیں نہیں ملتا یعنی خلیق انجم نے مکتوب الیہم کی پیش کردہ ترتیب کس قاعدہ کی بنیاد پر قائم کی ہے اس کا جواب کہیں نظر نہیں آتا۔ دوسری الجھن کا احساس چار جلدوں کا کام مکمل کرنے کے بعد خلیق انجم کو بھی ہو گیا۔ لیکن اب ان کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ غالبؔ کے تمام خطوط کو بحیثیت مجموعی تاریخ وار مرتب کر سکیں لیکن ایک بڑا اور Comitted محقق اپنی الجھنوں اور مسائل کا کسی نہ کسی سطح کا کوئی نہ کوئی حل نکالنے کی سبیل کر ہی لیتا ہے۔ خلیق انجم نے بھی ایسا کیا اور اس کے لیے ''غالبؔ کے خطوط'' کی پانچویں جلد مرتب کر دی جس میں غالبؔ کے تمام اردو خطوط کی تاریخ وار فہرست ترتیب دی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ جلد پہلی چار جلدوں کا ''ضمیمہ'' یا ''اشاریہ'' کہی جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ خلیق انجم اس

پانچویں جلد کی وجۂ ترتیب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اب زندگی اس کی اجازت تو نہیں دے رہی کہ غالبؔ کے خطوط نئے سرے سے مرتب کروں' اس لیے موجودہ تنقیدی اڈیشن میں جو کمی رہ گئی ہے' اسے ہی حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔'غالب کے خطوط' کی زیرِ نظر پانچویں جلد اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔(۲۶)

اس فہرست میں ہر خط کے اندراج کی پہلی سطر میں خط کا نمبر' خط کی تاریخ اور مکتوب الیہ کا نام دے دیا گیا ہے۔ دوسری اور تیسری سطروں میں خط کے ابتدائی الفاظ رقم کیے گئے ہیں۔ آخری سطر میں ''غالبؔ کے خطوط'' مرتبہ خلیق انجم کی جلد نمبر اور صفحات کے نمبر دیے گئے ہیں جس سے ہمارے لیے غالبؔ کے خطوط کا تاریخ وار مطالعہ آسانی سے ممکن ہو جاتا ہے۔

اس طرح کے بڑے کاموں کا ایک المیہ بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی ایک گتھی سلجھائی جائے تو بعض اوقات کوئی دوسری گتھی الجھ جاتی ہے۔ یہاں بھی ایسا ہو گیا ہے۔ خلیق انجم نے پانچویں جلد کے ذریعے اس کمی کا تو بڑی حد تک تدارک کر دیا جو بحیثیت مجموعی تاریخ وار خطوط مرتب نہ کرنے سے پیدا ہوئی تھی لیکن اب یہ ہوا کہ اس تاریخ وار خطوط کی فہرست میں ۸۹۴ خطوط درج ہیں جب کہ ''غالبؔ کے خطوط'' کی چوتھی جلد میں نئے سرے سے غالبؔ کے دستیاب خطوط کی جو فہرست درج کی گئی تھی وہ ۸۸۶ خطوط کا پتہ بتاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ پانچویں جلد جو پہلی چار جلدوں کے خطوط کا اشاریہ ہے' اس میں آٹھ خطوط کا اضافہ کیسے ہو گیا؟ اس سے یہ شک بھی پیدا ہو گیا ہے کہ کیا پہلی چار جلدوں میں شامل خطوط ۸۸۶ ہی ہیں یا وہ ۸۹۴ ہیں؟ کیا خلیق انجم سے گنتی میں کوئی غلطی ہوئی ہے یا پھر کچھ اور معاملہ ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال خلیق انجم کا یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اس میں کسی نہ کسی کمی یا خامی کا رہنا ناگزیر ہے۔ لیکن انہوں نے جس طرح ایک ایک بات کا خیال رکھا ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔ مثلاً انہوں نے غالبؔ کے دستیاب پہلے اردو خط کے قضیہ کو بھی انتہائی تحقیقی انداز سے نبٹایا ہے اور باقاعدہ تحقیقی جواز سے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا ہرگوپال تفتہؔ کے نام غالبؔ کا لکھا ہوا ۱۸۴۷ء کا خط غالبؔ کا پہلا دستیاب اردو خط ہے۔(۲۷) اس کے علاوہ انہوں نے ۱۳۰ صفحات پر مشتمل غالبؔ کے خطوط کا تفصیلی تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے جو ان کی تنقیدی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس تفصیلی تنقیدی مطالعے کے بعد ہمیں ان کے اس ضخیم مرتبہ کام کو تحقیق اور تنقید کا مرقع کہنے میں کوئی باک نہیں۔ گو تدوین یا متنی تنقید میں ادبی تنقید کی گنجائش نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے مگر خلیق انجم کے اس تحقیقی و تدوینی کام میں ادبی تنقید پورے جواز کے ساتھ اپنا مقام بنائے ہوئے ہے جو بذاتِ خود ایک اہم اور قابلِ قدر کام ہے۔

خلیق انجم کے مرتبہ ''غالبؔ کے خطوط'' کی پانچ جلدوں کو دیکھتے ہوئے بلا شبہ یہ احساس ہوتا ہے کہ اس کام میں انہوں نے پورے انہماک' یک سوئی اور مکمل ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ خارجی حقائق کے ساتھ ساتھ جس طرح انہوں داخلی شہادتوں سے نتائج اخذ کیے ہیں وہ ان کے خالص تحقیقی مزاج اور عالمانہ سنجیدگی کا پتہ دیتے ہیں۔ معتبر حوالوں اور اسناد کے بغیر وہ کچھ بھی قابلِ قبول نہیں سمجھتے۔ انہی وجوہ سے غالبؔ کے خطوط کے مطالعہ کے لیے یقیناً خلیق انجم کے اس نسخہ کو دیگر تمام نسخوں پر ترجیح دی جائے گی۔

حوالہ جات

۱۔ رشید حسن خان: ''تدوین و تحقیق کے رجحانات'' مشمولہ ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد اول) مرتبہ: ڈاکٹر ایم۔ سلطانہ بخش، اسلام آباد، ورڈ ویژن پبلشرز، ۲۰۰۱ء، طبع چہارم، ص: ۲۶۵ تا ۲۶۶

۲۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر: ''متنی تحقیق یا متنی تنقید'' مشمولہ ''اردو تحقیق'' مرتبہ: ڈاکٹر عطش درانی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۳ء، ص: ۲۰۹

۳۔ رشید حسن خان: ''منشائے مصنف کا تعین'' مطبوعہ ''تدوین متن کے مسائل'' خدا بخش لائبریری جرنل، مرتبہ: ڈاکٹر عابد رضا بیدار، پٹنہ، شمارہ نمبر ۱۶، ۱۹۸۱ء، ص: ۳۴

۴۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: ''متنی تنقید'' کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۶ء، ص: ۲۲

۵۔ بحوالہ گیان چند، ڈاکٹر: ''تحقیق کا فن''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۳ء، طبع سوم، ص: ۳۹۷

۶۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: (مرتب) ''غالبؔ کے خطوط'' (جلد اول) کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۸ء، طبع سوم، ص: ۴۲

۷۔ ایضاً۔ ص: ۵۳

۸۔ ایضاً۔ ص: ۵۴ تا ۵۵

۹۔ رشید حسن خان: ''ادبی تحقیق: مسائل اور تجزیہ''، لاہور، نیو ایچ پبلشرز، ۱۹۹۸ء، ص: ۷۷

۱۰۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: (مرتب) ''غالبؔ کے خطوط'' (جلد چہارم) کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۵ء، طبع اول، ص: ۱۴۰۸

۱۱۔ ایضاً۔ ص: ۱۴۰۸ تا ۱۴۰۹

۱۲۔ ایضاً۔ ص: ۱۴۰۹

۱۳۔ ''غالبؔ کے خطوط'' (جلد اول)، ص: ۱۳ تا ۱۴

۱۴۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر: ''اصول تحقیق و ترتیب متن''، لاہور، سنگت پبلشرز، ۲۰۰۳ء، ص: ۲۲۸

۱۵۔ ''غالبؔ کے خطوط'' (جلد چہارم)، ص: ۱۴۰۸

۱۶۔ ''غالبؔ کے خطوط'' (جلد اول)، ص: ۱۲

۱۷۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: ''غالبؔ کے خطوط'' (جلد دوم) کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۸ء، طبع دوم، ص: ۴۸۹

۱۸۔ محمود الحسن و زمرد محمود (مرتبین): ''کشاف اصطلاحات''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص: ۱۴

۱۹۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر: ''قدیم دواوین کے ترتیب کے مسائل'' مشمولہ ''اردو میں اصول تحقیق'' (جلد دوم) مرتبہ: ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اسلام آباد، ورڈ ویژن پبلشرز، ۲۰۰۱ء، طبع چہارم، ص: ۱۱۴

۲۰۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: ''معاصر ادب''، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص: ۵۴

۲۱۔ ''غالبؔ کے خطوط'' (جلد اول)، ص: ۱۵

۲۲۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: ''متنی تنقید''ص: ۲۷۲

۲۳۔ ایضاً۔ص: ۲۷۳

۲۴۔ ''غالبؔ کے خطوط''(جلد اول)ص: ۲۰

۲۵۔ ایضاً۔ص: ۱۷

۲۶۔ خلیق انجم، ڈاکٹر: غالبؔ کے خطوط''(جلد پنجم)' کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۰۰ء،ص: ۹

۲۷۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: ''غالبؔ کے خطوط''(جلد اول)ص: ۱۱۷تا۱۲۳